مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

مدیر مسئول
مشرف علی تھانوی

ماہنامہ الامداد
لاہور پاکستان

مدیر
خلیل احمد تھانوی

شمارہ ۶	صفر المظفر ۱۴۲۲ھ / مئی ۲۰۰۱ء	جلد ۲

الدنیا

ازافادات: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات وحواشی: مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۱۰ روپیہ — زر سالانہ =/۱۰۰ روپے

پتہ دفتر۔
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ
۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
فون نمبر ۴۴۸۰۶۰
۵۴۴۴۲۱۳
ماہنامہ الامداد

ناشر: مشرف علی تھانوی
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس
۲۰/۱۳ ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور
مقام اشاعت
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور پاکستان

الدنیا

یہ وعظ حضرت تھانویؒ نے ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ بعد از نماز عصر تھانہ بھون میں حافظ شریف احمد صاحب کے گھر ایک گھنٹہ بیان فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ ملقب بہ

الدُّنیا

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ با للہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمّداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلّم اما بعد فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا دار من لا دار لہ ولھا یجمع من لا عقل لہ ۔ الحدیث

تمہید

یہ ایک لمبی حدیث ہے، اس میں سے اس وقت دو جملے اختیار کرنا کافی سمجھا گیا اس لئے کہ جو میرا مقصود ہے اس کے لئے یہ دو جملے کافی وافی (۱) ہیں ۔ یہ ارشاد ہے جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اس میں ایک ایسی ضروری تعلیم ہے کہ ہر حال میں اور ہر شخص کو اس کا یاد رکھنا اور پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ خاص کر عورتوں کو اس لئے کہ جس کا مرض شدید ہوتا ہے اس کو علاج کی زیادہ ضرورت ہوا کرتی ہے، اور جس مرض کا اس ارشاد میں معالجہ (۲) ہے وہ عورتوں کے اندر زیادہ ہے۔ وہ مرض کیا ہے؟ حب دنیا ہے۔

(۱) مقصود ان دو جملوں ہی میں ذکر کیا گیا ہے (۲) علاج بیان کیا گیا ہے

انہماک دنیا کی کیفیت

چنانچہ دیکھا بھی جاتا ہے کہ عورتوں کے اندر یہ مرض بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہے اور عورتوں میں یہ مرض کئی صورتوں سے پایا جاتا ہے بعض کے اندر تو کھلم کھلا ہے وہ تو وہ ہیں کہ جن کے بال بچے کنبہ مال وجاہ(۱) ہے وہ تو کھلم کھلا اس میں مشغول ہیں اور ان کو اس سے کسی وقت فراغت نہیں۔

چو میرد مبتلا میرد   چو خیزد مبتلا خیزد(۲)

کا قصہ ہے۔

اور اپنی زبان حال سے کہتے بھی ہیں کہ ہم دنیا دار ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے بال نہیں بچے نہیں ان میں یہ مرض دوسرے رنگ سے پایا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا نام بال بچوں کا ہے چنانچہ کہتے بھی ہیں کہ دنیا میں ہمارا کیا ساجھا(۳) ہے؟ ہمارے بال بچے تو ہیں ہی نہیں حالانکہ جو حقیقت ہے دنیا داری کی وہ اس میں بھی موجود ہے چنانچہ عنقریب واضح ہو جاوے گا۔ غرض یہ ہے کہ عورتوں میں یہ مرض بہ نسبت مردوں کے واقعی زیادہ ہے۔ اس لئے کہ مردوں میں بہت کم ایسے ہیں کہ ان کے پاس سامان دنیا نہ ہو اور پھر وہ اس میں اپنے کو پھنسا دیں اور عورتیں بہت ایسی ہیں کا بال بچے نہیں پاس کوڑی(۴) نہیں لیکن ہر ایک کی بات میں ہر ایک کے معاملہ میں دنیا بھر کے قصوں میں اپنی ٹانگ اڑاتی ہیں، ان کو تو اللہ تعالیٰ نے فراغت دی تھی اس سے نفع(۵) حاصل کرتیں اور بہت سے مرد بھی ایسے ہیں کہ اللہ تعالے نے ان کو بے فکری دی ہے ان کو بھی وقت کی قدر کرنا چاہئے تھا اور

---

(۱) مال واقتدار (۲) مرتے ہیں تو دنیا کے لئے مرتے ہیں۔ جیتے ہیں تو دنیا ہی کیلئے جیتے ہیں (۳) ہمارا کیا حصہ ہے (۴) ایک سکہ ہوتا تھا جسکی قیمت ایک پیسہ سے بھی کم ہوتی تھی بطور تحقیر بیان کیا ہے (۵) فائدہ۔

اطمینان سے حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہونا چاہئے تھا۔خوب فرمایا ہے مولانا نظامی نے

خوشا روزگارے کہ دارد کسے　　کہ بازار حرصش نباشد بسے

بقدر ضرورت یساری بود　　کند کاری ازمرد کارے بود

(فراغت عجیب چیز ہے اگر کسی کو حاصل ہو زیادہ کی اس کو طمع نہ ہو،ضرورت کے موافق اس کے پاس مال بھی ہوتو اس کو کچھ کرنا چاہئے ،اپنے اوقات کو ضائع نہ کرے)

یعنی وہ بڑا خوش قسمت ہے کہ اس کو بہت حرص نہ ہو۔اور چار روٹیاں کھانے کو ہوں اور اللہ تعالےٰ کی یاد کرے۔یہ مطلب نہیں کو فکر بالکل ہی نہ ہو فکر سے کون خالی ہے؟ بات یہ ہے کہ ایک تو وہ ہیں کہ اگر چکی نہ پیسو یا سوئی (۱) نہ ماردیا اور کوئی دھندانہ کرو تو روٹی نہ ملے گی۔

فارغ لوگوں کی شکایت

اور ایک وہ ہیں کہ گھر کا اناج (۲) آتا ہے یا کوئی عزیز خدمت کرتا ہے یا جوان بیٹا ہے وہ خدمت کرتا ہے تو جو دھندوں (۳) میں مشغول ہیں اگر چہ معذور تو وہ بھی نہیں اس لئے کہ ان کو بھی بہت وقت فراغت کا ملتا ہے جس کو وہ فضول اڑادیتے ہیں مگر زیادہ شکایت تو ان کی ہے کہ جن کو کسی بلا مشقت ومحنت کے کھانے کو ملتا ہے اور پھر وہ اس نعمت کی قدر نہیں کرتے۔ہزاروں بندگان خدا ایسے بھی ہیں کہ جن کو اس قسم کی بے فکری میسر (۴) ہے مگر دیکھا جاتا ہے کہ زیادہ وہی دنیا کے قصوں مین ٹانگ اڑاتے ہیں بلکہ جو تعلقات والے ہیں وہ تو کبھی کبھی دنیا کی کلفتوں (۵) سے گھبرا بھی جاتے ہیں مگر

---

(۱) سلائی کڑھائی وغیرہ کوئی کام محنت کا نہ کرے کہ جسکا عوض مل جائے (۲) گندم (۳) مختلف کاموں میں مشغول ہیں (۴) بے فکری،حاصل ہے۔(۵) پریشانیوں

جن کو کوئی تعلق نہیں وہ نہیں گھبراتے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ لوگ یہ سوچ کر ان کی خاطر کرتے ہیں کہ بھائی ان کے کوئی ہے نہیں اور وہ بھی لوگوں کو دھمکاتے ہیں کہ ہمارا دنیا میں کیا رکھا ہے۔ تم ہمارا کیا کر سکتے ہو اور کھانے پینے کو بلا مشقت (۱) ملتا ہے پھر اس سے دل گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں اس لئے دنیا ان کی پوری قبلہ وکعبہ ہے بس یہ بھی وجہ ہے مرض کے شدید ہونے کی کہ مریض ہیں اور اپنے کو صحیح جانتے ہیں۔ اور جن کی اولاد ہیں تعلقات ہیں وہ کبھی کبھی بول بھی اٹھتے ہیں کہ بیٹے کی شادی کے بعد ہم بالکل الگ ہو جائیں گے دنیا کے دھندوں سے کچھ واسطہ نہ رکھیں گے اللہ کا نام لیا کریں گے۔ لیکن جو بے تعلق ہیں جن کے کوئی نہیں اسے کو یہ توقع بھی نہیں کہ ان کو مرنے کا انتظار ہے بعض ایسے بھی باہمت ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ قصے تو جان کو لگے ہوئے ہیں مر کے سب دھندے چھوٹ جائیں گے۔ یاد رکھو کہ مر کر چھوٹنا کارآمد نہیں چھوٹنا وہ نافع (۲) ہے جو زندگی میں دنیا کے دھندے دل سے نکال دے۔ بہر حال مختلف وجوہ سے اس مرض کے اندر مرد اور خصوصاً عورتیں مبتلا ہیں۔

عورتوں کو خطاب خاص

چونکہ عورتوں کے اندر یہ مرض زیادہ ہے اس لئے خطاب میں ان کی رعایت زیادہ ہوگی لیکن یہ نہ ہوگا کہ مردوں کو نفع نہ ہو اس لئے کہ مرض تو مشترک (۳) ہی ہے لیکن چونکہ عورتوں میں زیادہ ہے اور نیز عورتوں ہی کی درخواست سے یہ بیان ہوا ہے اس لئے ان کی مصلحت کی رعایت زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ حضور ﷺ کے ارشاد سے بڑھ کر کسی کا ارشاد نہیں ہے اس لئے کہ اصل میں تو حق تعالیٰ کا ارشاد سب سے بڑھ کر ہے لیکن

(۱) بغیر محنت (۲) فائدہ مند ہے (۳) مرض دونوں میں پایا جاتا ہے۔

چونکہ حضور ﷺ کا ارشاد بعینہ حق تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ حضور ﷺ کے ارشاد سے بڑھ کر کسی کا قول نہیں ہے اس لئے میں اپنے مقصود کے لئے حضور ﷺ کے ارشاد کو نقل کر دینا اور اس کا ترجمہ کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ اور نیز اس وجہ سے کہ اس وقت میری مخاطب عورتیں ہیں اور عورتوں کی جہاں میں نے بہت سی مذمت (۱) کی ہے اسی طرح ایک مدح (۲) بھی ان کی بیان کئے دیتا ہوں۔ بقول شاعر

عیب مئجملہ بگفتی ہنرش نیز بگو (۳)

عورتوں کی ایک خوبی

وہ بات مدح کی ان میں یہ ہے کہ ان کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں شبہ نہیں ہوتا۔ جب سن لیں گی کہ یہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے گردن جھکا دیں گی چاہے عمل کی توفیق نہ ہو لیکن اس میں شک وشبہ اور وجہ اور علت کا سوال ان سے صادر نہیں ہوتا۔ بخلاف مردوں کے کہ ان میں یہ مادہ اس خاص انقیاد (۴) کا کم ہے خاص کر آجکل کہ اتنی عقل پرستی (۵) بلکہ اکل پرستی (۶) غالب ہوئی ہے کہ ہر بات کی وجہ پوچھتے ہیں اپنی عقل کی میزان (۷) میں ہر مسئلہ کو جانچتے (۸) ہیں۔ اور رائے زنی کرتے ہیں کہ عقل کے موافق (۹) ہے یا نہیں اور عورتوں کی خواہ سمجھ میں آوے یا نہ آوے تسلیم کر لیں گی۔

ابھی ایک تازہ واقعہ ہوا ہے کہ ایک معاملہ میں ایک بی بی کو بہت جوش و

---

(۱) برائی (۲) تعریف (۳) تمام عیوب بیان کیئے کوئی خوبی بھی بیان کر دو (۴) سر تسلیم خم کرنے کا مادہ کم ہے (۵) عقل کی پوجا (۶) بلکہ پیٹ کی پوجا (۷) ترازو (۸) پرکھتے ہیں (۹) رائے دیتے ہیں کہ دین کا مسئلہ عقل کے مطابق ہے کہ نہیں۔ یہ صفت حضرت تھانویؒ کے زمانے کی عورتوں کی تھی اب تو چونکہ عورتیں بھی اسکول کالج میں پڑھنے لگی ہیں اسی لئے ان میں بھی یہ بات نہیں رہی بلکہ وہ بھی دینی مسائل میں عقل لڑاتی ہیں۔

خروش تھا میں نے کہلا بھیجا کہ شریعت کا حکم اس کے متعلق یہ ہے سنتے ہی گردن جھکا دی(۱) اور اس کے بعد ایک حرف اس کے خلاف زبان سے اس کی نہیں نکلا اور جس بات پر انکار تھا فوراً اس کو قبول کر لیا۔ پس عورتوں میں یہ خوبی بھی ہے تو اس لئے بھی زیادہ مناسب ہوا کہ بجائے اس کے کہ میں اپنے مضمون کے عقلی دلائل بیان کروں یہ کہدوں قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ یوں تقریب فہم یا مشاہدہ کرانے یا اسی حدیث کے اندر غور کرانے کی ضرورت سے اور کچھ کہدوں وہ دوسری بات(۲) ہے لیکن حجت اور استدلال کی رو سے اس حدیث کے ترجمہ کو کافی سمجھتا ہوں۔

دنیا کی مذمت

پس بغور سنو کہ اس حدیث میں دنیا کی مذمت(۳) ہے اور دنیا کی مذمت ایسی متفق علیہ ہے کہ تمام حکماء وعقلاء قدیم سے کرتے چلے آئے ہیں اور مختلف عنوانوں اور مختلف تعبیروں اور طرح طرح سے مذمت بیان کی ہے مگر ہر ایک نے خاص خاص پہلو سے گفتگو کی ہے جس نے جو پہلو مذمت کا اختیار کر لیا ہے اس سے دوسرے وجوہ چھوٹ گئے ہیں اور حضورﷺ کا یہ ارشاد جامع ہے تمام مذمتوں کو، کوئی مذمت(۴) ایسی نہیں رہی جو اس کے تحت میں داخل نہ ہو۔

اپنے گھر سے محبت کی وجوہ

چنانچہ تفصیل اس اجمال(۴) کی یہ ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا گھر اس شخص کا ہے جس کا گھر نہ ہو یعنی دنیا گھر بنانے کی جگہ نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ گھر سے سب

(۱) یہ سن کر کہ دینی مسئلہ ہے فوراً تسلیم کر لیا (۲) سمجھانے یا مشاہدہ کرانے کی وجہ سے اس حدیث کی مزید تفصیل کر دیں تو دوسری بات ہے (۳) دنیا کی برائی (۴) کوئی برائی (۴) اس اختصار کی تفصیل یہ ہے

کو محبت ہوتی ہے اور محبت کی وجوہ مختلف ہیں بعض کو تو خود گھر ہی سے بالذات (۱) تعلق ہوتا ہے خاص کر عورتیں چونکہ رات دن اسی میں رہتی ہیں اس لئے ان کو گھر سے شدید تعلق ہوتا ہے۔ ہمارے بزرگوں میں ایک بی بی تھیں بہت بوڑھی ہوگئی تھیں جب کبھی ان سے عرض کیا جاتا کہ تم ہمارے یہاں آجاؤ تو وہ یہی کہتی تھیں کہ نہیں بھائی میں تو یہ چاہتی ہوں کہ جس گھر میں ڈولی آئی تھی اسی گھر سے کھٹولی نکلے (یعنی جس گھر میں دلہن بن کر آئی تھی اُسی گھر سے جنازہ بھی نکلے) اور بعضوں کو گھر سے اس وجہ سے محبت ہوتی ہے کہ گھر میں آسائش (۲) بہت ہوتی ہے کسی کا زور نہیں، دباؤ نہیں، چین سے پڑے ہیں۔ بعضوں کو اس لئے ہوتی ہے کہ گھر میں سامان ہے راحت کی سب چیزیں مہیا ہیں۔ دوسری جگہ جاتے ہیں تو پریشانی ہوتی ہے جب جی گھبرایا چلے گئے جب بھوک لگی گھر میں جو کچھ رکھا ہو خواہ تازہ (۳) یا کوئی اور شے (۴) کھالیا یہ بات باہر کہاں؟ بلکہ وطن ہی میں اگر کہیں دعوت ہوجائے اور باسی روٹی کو جی چاہے تو ممکن نہیں کہ آپ باسی کھائیں۔ تازی ہی کھانا پڑے گی۔ یا کسی شے خاص (۵) کو جی نہیں چاہتا کبھی وہ شے کھائی نہیں اور دعوت میں وہی سامنے آئی۔ جھک مار کر وہی کھانا پڑے گی یا اس وقت بھوک نہیں اپنے گھر تو نہ کھاتے لیکن یہاں کھانا ہی پڑے گا۔ خواہ تھوڑا ہی کھائیں یہ آسائش (۶) گھر ہی میں ہے۔ غرض اور بلاد کے اعتبار سے اپنے وطن میں اور وطن کے اجزاء کے اعتبار سے وطن کے اس خاص حصہ میں جس کو اپنا گھر کہتے ہیں زیادہ راحت ملتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ گھر وہ شے ہے کہ جتنی چیزیں آدمی کو مرغوب

---

(۱) خاص گھر سے تعلق ہونا کہ اس کے در و دیوار سے محبت ہو (۲) آرام (۳) چاہے باسی چاہے تازہ (۴) چیز (۵) خاص چیز (۶) آرام

ہوتی ہیں ان سب چیزوں کا میزان(۱) لفظ گھر ہے۔یعنی حق تعالیٰ نے اس کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں جاہ، مال، اولاد، کھانے پینے پہننے کی چیزیں اور تمام تفریح کا سامان وہ سب گھر کے اندر آ گئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی بلاغت

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد الدنیا دار من لا دار لہ ہزاروں دفتروں کا ایک دفتر ہے(۲) اگر دنیا کی تمام چیزوں کی، مال کی، جاہ(۳) کی، اولاد کی، کھانے پینے وغیرہ کی الگ الگ مذمت(۴) کی جاتی اور ان کو دل سے اتارنے کی کوشش کی جاتی تو اتنا بلیغ(۵) اور مختصر مضمون نہ ہوتا جس قدر یہ ابلغ(۶) ہے کہ اس میں سب کچھ آ گیا اور پھر صرف دو لفظ۔پس تفصیل اس ارشاد کی کہ دنیا کو گھر نہ سمجھو یہ ہوئی کہ اپنے گھر کو گھر نہ سمجھو، اپنے مال کو مال نہ سمجھو، اپنے جاہ کو جاہ نہ سمجھو، اپنے بیٹے کو اپنا بیٹا نہ سمجھو، اپنی بیوی کو بیوی نہ جانو، غرض جس جس شے سے علاقہ قلب کو ہوتا ہے سب ہی کچھ اس میں آ گیا۔

گویا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ سب اشیاء کی فہرست تم سے کہاں تک بیان کی جاوے خلاصہ یہ ہے کہ کسی شے کو اپنا نہ سمجھو، جڑ کی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی اور کس خوبصورتی سے فرمایا ہے۔ایک دم سے یہ نہیں فرمایا کہ دنیا گھر نہیں ہے تاکہ جو لوگ اس کو گھر سمجھتے ہیں ان کو اوّل نظر میں انکار کی گنجائش نہ ملے پس اس کی خاطر سے یہ فرمایا کہ گھر تو ہے مگر اس شخص کا ہے جو بے گھر ہو۔پس جو

---

(۱) ان سب چیزوں کا خلاصہ گھر ہے (۲) ہزار باتوں کی ایک بات (۳) مالی و اقتدار کی (۴) برائی (۵) جامع (۶) جتنی زیادہ بلاغت اس عنوان میں ہے۔

گھر سمجھتا ہے وہ بھی اگر غور کر کے دیکھے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ واقعی دنیا گھر نہیں ہے۔

گھر کی حقیقت

تفصیل اس مجمل کی یہ ہے کہ ہم نے مان لیا کہ گھر ہے لیکن یہ تو بتلاؤ کہ گھر کس کو کہتے ہیں؟ اپنا گھر عرفاً اس کو کہتے ہیں کہ جس میں سے تم کو کوئی نکال نہ سکے مثلاً تم کلکتہ جاؤ اور وہاں کسی کے مکان میں ٹھہر جاؤ اور یہ کہو کہ ہمارا گھر ہے، مالک کان پکڑ کر نکالدے گا۔ اسی طرح اپنا مال اس کو کہا جاتا ہے جو دوسرا تم سے نہ لے سکے یعنی دوسرے کی امانت نہ ہو پس تم جو دنیا کو گھر سمجھتے ہو اور یہاں کے مال کو اپنا مال سمجھتے ہو اور یہاں کی آبرو(۱) کو اپنی آبرو سمجھتے ہو اور یہاں کی بیوی بچوں نوکر چاکر کو اپنا سمجھتے ہو تو غور تو کرو کہ اس پر اپنا ہونے کی تعریف بھی صادق ہے یا نہیں۔ پس اگر واقع میں یہ چیزیں مملوک(۲) ہیں تو مملوک ہونے کی علامتیں اُس میں ہونا چاہئیں اور اگر ہم یہ دکھلا دیں کہ اس میں وہ علامتیں نہ پائی جاویں تو ان کو کیسے اپنی سمجھو گے؟ اپنا گھر کونسا ہے جس میں سے کوئی تم کو نہ نکالے ہماری حالت یہ ہے کہ جب سرکاری حکم آتا ہے تو زبردستی ڈنڈا ڈولی کر کے ایک گڑھے میں پھینک دیئے جاتے(۳) ہو۔ کیوں صاحبو! یہی تھا تمہارا گھر اور اگر اس پر بھی اپنا گھر سمجھتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ اسی کو اپنا گھر سمجھو ساری دنیا کے گھروں کو اپنا گھر سمجھو۔ اپنا گھر وہی ہے کہ جس پر قبضہ قابو ہو کوئی وہاں سے اٹھا نہ سکے یہ معیار تو تمہارا ہی مقرر کیا ہوا ہے۔ اس معیار پر یہ گھر تمہارا ہے یا نہیں؟ ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ نہیں ہے جب مالک حقیقی چاہتے ہیں کان پکڑ کر

(۱) عزت (۲) تمہاری ملک ہیں (۳) یعنی بعد از انتقال زمین میں دفن کر دیے جاتے ہو۔

نکالدیتے ہیں نہ گھر پر قابو رہتا ہے نہ بیوی رہتی ہے نہ بچے رہتے ہیں نہ مال اپنا رہتا ہے۔پس جو علامتیں اور معیار اور تعریف اپنا ہونے کی تھی وہی یہاں مفقود ہے پھر کیسے اپنا کہتے ہو یہ تو مرنے کے ساتھ حالت ہوتی ہے۔

حقیقتاً کوئی چیز ہماری مِلک نہیں

اور اس سے قبل کی حالت پر شاید کوئی ناز کرے کہ مرنے تک تو اپنا ہے مرکر ہی چھوٹ جائے گا۔صاحبو! زندگی کی حالت میں بھی کوئی شے اپنی نہیں۔دیکھو کھانا ہی ہے جب حق تعالے چاہتے ہیں اس سے محروم کردیتے ہیں پیٹ میں مروڑہ لگا اور دست آنا شروع ہوئے۔کھانے قسم قسم کے اپنی مِلک میں موجود ہیں اور کھانہیں سکتے پھر کیا اپنے ہوئے اور ان پر کیا قابو ہے بھلا کھانا تو ایک منفصل شے(۱) ہے خود جو صفات آدمی کے ہیں راحت اور آرام یہ بھی جب میاں(۲) چاہتے ہیں چھن جاتی ہے پس مال اور جاہ اور ہماری صفات حتیٰ کہ ہماری ذات،کوئی شے ہماری نہیں جب چاہیں جو شے چاہیں چھین لیں۔چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ کسی کی آنکھیں چھین لی جاتی ہیں کسی کی زبان ماؤف(۳) ہوجاتی ہے کسی کی عقل پر آفت آجاتی ہے کل جو بڑے عاقل تھے آج ان کے حواس میں فرق آگیا پاگل ہوگئے۔کہاں گئی وہ عقل؟ کہاں گئے وہ حواس؟ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ جنون کے بعد ان کو گو،موت(۴) میں بھی تمیز نہیں رہتی۔ایک پاگل پاخانہ کھایا کرتا تھا اور دلیل یہ بیان کرتا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ اس کو بُرا سمجھتے ہیں یہ میرے ہی اندر سے تو نکلا ہے پھر میرے ہی اندر اگر چلا جائے تو اس

---

(۱) کھانا تو ایک ایسی چیز ہے جو آپ سے جدا ہے (۲) جب اللہ میاں چاہتے ہیں (۳) بیکار ہوجاتی ہے (۴) پیشاب پاخانہ۔

میں کیا خرابی ہے؟ میں ان عقل پرستوں سے کہا کرتا ہوں کہ تمہاری عقل اس پاگل کیسی عقل ہے اس لئے کہ شریعت اور سلامت فطرۃ (۱) تو تمہارے نزدیک کوئی شے نہیں عقل ہی قبلہ و کعبہ ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اگر عقل ہی پر مدار ہے تو اس شخص کے اس استدلال کا جواب دو مگر دیکھو شریعت اور سلامت فطرت کو ضم (۲) نہ کیجیو محض عقل سے جواب دو بظاہر تو وہ عقل کی بات کہہ رہا ہے کہ میرے ہی اندر سے نکلا ہے میرے ہی اندر چلا جاوے تو کیا حرج ہے؟ اگر یہ کہو کہ ہم کو نفرت آتی ہے میں کہتا ہوں کہ جس کو نفرت نہ آوے کیا اس کو کھانا جائز ہو جاوے گا وہ پاگل کہتا ہے کہ مجھے تو نفرت نہیں ہے تو کیا یہ فعل مستحسن (۳) ہوگا۔ کچھ نہیں۔ سب خرمستیاں (۴) ہیں آپ جس طرح اس پاگل پر ہنستے ہیں اسی طرح اہل بصیرت (۵) تم پر ہنستے ہیں۔

اللہ جب چاہے ہر صفت سے محروم کر دے

خلاصہ یہ ہے کہ جس عقل پر آج ناز ہے وہ ذرا سی آفت سے سلب ہو جاتی ہے۔ میں ایک بار عشا کے بعد مدرسہ سے گھر کو جا رہا تھا رات بہت تاریک تھی گھر کا راستہ بھول گیا بہت پریشان رہا، کبھی بھائی کے مکان پر جاتا ہوں اور کبھی اس کے سامنے مکان ہے لطافت علی کا اس پر، کبھی میاں محمد اختر کے مکان پر جاتا ہوں غرض بڑی پریشانی کے بعد اپنا مکان ملا حالانکہ رات دن کی آمد و رفت اگر آنکھیں بند کر کے بھی جانا چاہوں تو جا سکتا ہوں مگر اس روز حق تعالٰے نے دکھلا دیا کہ تمہارے حواس اور تمہارا ادراک (۶) اس درجہ کا ہے کہ ہم جب چاہیں بیکار کر دیں تم کچھ نہیں کر سکتے۔ پھر کس منہ سے کہتے ہو کہ ہماری چیز ہے ہمارا مال ہے، میرا گھر ہے ایسا گھر ہے جب میعاد ختم ہو جائے گی۔

(۱) سلیم الطبع ہونا (۲) شریعت اور طبیعت سلیم کو مت ملانا صرف عقل سے جواب دینا (۳) پسندیدہ (۴) سب شوخیاں (۵) دل والے (۶) چیزوں کو پہچاننے کی قوت

پابدست دیگرے دست بدست دیگرے(۱)

جہاں چاہیں گے پھینک دیں گے اگر تم اس وقت فرض کرو نہ جانا چاہو تب بھی زبردستی تم کو پھینک دیں گے۔

ایک کلکٹر کا شملہ پر انتقال ہو گیا تھا وہاں سے اس کی لاش ڈولی میں آ رہی تھی ایک شخص نے دیکھ کر بیان کیا کہ سر نیچے پتھروں سے ٹکراتا جا رہا تھا۔ ایک ایسا حاکم ضلع میں جو چاہے حکم نافذ کر دے آج وہ اپنے سر کو پتھروں کے صدمہ سے نہیں بچا سکتا

کل پاؤں ایک کاسئہ سر پر جو آ گیا   یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا

بولا سنبھل کے چل تو ذرا راہ بے خبر   میں بھی کبھی کسی کا سر پُر غرور تھا

اس پر وہ ناز ہے کہ کچھ حد و حساب نہیں بعضوں کو تو اتنا ناز بڑھا ہے کہ خدائی کا دعویٰ کر دیا چنانچہ فرعون نے کہا تھا انا ربکم الاعلٰی (۲)

آجکل بھی لوگوں میں خدائی کے دعوے سے کم کبر نہیں ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ تم جانتے نہیں کہ ہم کون ہیں ایک بزرگ نے خوب جواب دیا تھا۔ ایک شخص اکڑتا ہوا جا رہا تھا ان بزرگ نے نصیحت کی کہ یہاں اس طرح نہیں چلا کرتے تواضع اور مسکنت (۳) سے چلنا چاہئے۔ کہنے لگا کہ نہیں جانتے کہ ہم کون ہیں؟ فرمایا جانتا ہوں اولک نطفة قذرة واخرک جیفة مذرة وانت بین ذلک تحمل العذرة ۔ اول تو تیرا یہ ہے کہ تو ایک ناپاک نطفہ تھا اور انجام تیرا یہ ہے کہ ایک مردار ہو جائے گا اور درمیانی حالت تیری یہ ہے کہ کئی سیر پاخانہ تیرے اندر ہے

---

(۱) لوگ ہاتھ پاؤں پکڑ کر تم کو جہاں اللہ چاہیں گے لے جا کر دفن کر دیں گے (۲) میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں (۳) عاجزی اور انکساری۔

اس کو تو اٹھائے ہوئے پھرتا ہے۔حق تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ آدمی کے بدن میں قسم قسم کی نجاستیں اور گندگیں بھر رہی ہیں اور معدہ اور اندرون جسم سے ظاہر بدن تک کئی منفذ (۱) بھی ہیں مگر ان منافذ سے بو نہیں آتی۔ اگر ان منفذوں سے بو آنے لگے تو آدمی کو بڑی مشکل ہو جائے کہیں بیٹھنے کے قابل نہ رہے جہاں جائے دھکے دیدیئے جاویں۔

شرکت جماعت کی معافی

چنانچہ کبھی کبھی اس کا نمونہ دکھلا دیتے ہیں ''بخر'' یعنی گندہ دھنی کا بعض لوگوں کو مرض ہو جاتا ہے۔ایسے شخص کے پاس کھڑا ہونا موت ہو جاتا ہے۔ جب میں دیوبند طالبعلمی کرتا تھا نماز میں ایک شخص کبھی کبھی میرے پاس آ کر کھڑے ہو جاتے تھے تو نماز پوری کرنا مصیبت ہو جاتی تھی۔فقہاء سبحان اللہ کیسے حکیم ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ جس شخص کو بخر (۲) کی بیماری ہو اس کو چاہئے کہ جماعت سے نماز نہ پڑھے علیحدہ پڑھا کرے جماعت کا ثواب ملے گا۔ بس یہ بخر معدہ ہی کی رطوبات سے ہوتا ہے۔ پس انسان کا یہ کلمہ کہ نہیں جانتے ہو میں کون ہوں، بڑے کبر اور جہل کی بات ہے۔ بس ہماری جب یہ حالت ہے تو کسی شے کو اپنا کہنا کیسے صحیح ہوگا۔

ہمارے مال و اسباب کی حقیقت

حدیث میں ہے یقول ابن آدم مالی مالی مالک الا ما اکلت فافنیت اولبست فابلیت او تصدقت فامضیت۔ یعنی

(۱) کئی راستے بھی ہیں جن سے بدبو باہر آسکتی ہے جیسے منہ اور ناک وغیرہ (۲) منہ سے بدبو آنے کی بیماری۔

آدمی کہتا ہے کہ میرا مال ہے میرا مال ہے تیرا کیسا ہے۔ مگر جو تو نے کھالیا وہ تو فنا کر دیا اور جو پہنا وہ پرانا کر دیا اور جو صدقہ دیا وہ آگے بھیج دیا وہ بیشک تیرا ہے۔ صاحبو! نہ مال اپنا ہے نہ بیوی اپنی ہے نہ بچے اپنے ہیں۔ ہم لوگ تو مزدور ہیں چھکڑے کھینچ رہے ہیں جس میں بیوی، بچے، مال متاع(۱) لدا ہوا ہے، جب منزل پر پہنچ جائے گا الگ کر دیے جاویں گے۔ صاحبو! مزدور اور خادم اور حمال(۲) مالک نہیں ہوا کرتا پس ہم اصل حقیقت میں جب خادم ہیں تو مخدوم کیسے بن جاویں گے۔

اصل میں جب رعایا ہیں تو حاکم کیسے ہو سکتے ہیں عبد ہیں تو مولیٰ(۳) نہیں ہیں چھوٹے ہیں بڑائی اس کا حق ہے۔ مقہور ومغلوب ہیں وہ قاہر وغالب ہے۔ ولہ الکبریاء فی السموت والارض۔ اسی کیلئے بڑائی آسمانوں اور زمین میں جب ان چیزوں کی یہ حالت ہے کہ کوئی اپنی نہیں سب عاریت(۴) ہیں۔

جامع دنیا احمق ہے

تو دوسرا حکم نہایت واضح ہو گیا یعنی ولھا یجمع من لا عقل لہ کہ اس دنیا کو وہ جمع کرے گا کہ جس کو عقل نہ ہو۔ اسلئے کہ پرائی چیزوں کو کوئی عاقل جمع نہیں کیا کرتا اگر کوئی جمع کرتا ہے تو اس کو لوگ بے عقل کہتے ہیں اور کان پکڑ کر نکال دیتے ہیں جیسے کسی کھیت میں پھولوں کے ڈھیر پڑے تھے، اس شخص نے اپنے سمجھ کر جمع کرنا شروع کر دیا تو ظاہر ہے کہ مالک آ کر اسکو ملامت کریگا اور نکال دے گا۔ اسکو چاہئے یہ تھا اول تحقیق کرتا کہ یہ کس کے ہیں اگر اس کے ثابت ہوتے تو جمع کرتا۔ پس جیسے یہ شخص بوجہ پرائی شے کے جمع کرنے کے بیوقوف ہے اسی طرح جو دنیا جمع کرے وہ

(۱) سامان (۲) مزدور (۳) غلام ہیں آقا نہیں ہیں (۴) عارضی طور پر استعمال کے لئے دیے گئے ہیں۔

احمق ہے یہ حالت ہوئی دنیا کی۔

دنیا کی حقیقت

اب یہ سمجھو کہ دنیا اس مال کا نام نہیں مال بیچارا تو مفت میں بدنام ہو گیا اس لئے کہ بعض مال اچھا ہے جیسے حلال مال اور بعض مال برا ہے جیسے رشوت چوری کا مال، پس اگر دنیا نفس مال کا نام ہوتا تو اسکی دو قسمیں کیسے ہوتیں؟ دنیا نام تعلق بغیر اللہ کا ہے یعنی خدا تعالی کے سوا کسی سے تعلق بڑھا کر بکھیڑوں میں پڑ کر، معاملات میں گھس کر، اللہ تعالی سے غافل ہونا۔ پس یہ تعلق بغیر اللہ سب کیلئے برا ہے بخلاف مال کے کسی کیلئے اچھا کسی کے لئے برا، ایسے ہی اولاد بھی دنیا نہیں ہاں قلب کا اس کے ساتھ اتنا تعلق جو غافل کر دے یہ دنیا ہے۔ ایک بی بی ہمارے بزرگوں میں سے میرے لئے دعا کرتی تھیں اے اللہ میرے اشرف کا بھی دنیا میں سا جھا کیجیو۔ (یعنی کوئی اولاد ہو جائے) میں نے کہا کہ اگر بچہ ہونے سے دنیا میں سا جھا ہوتا ہو تو میں ایسی اولاد کو نہیں چاہتا۔ صاحبو! آج کل کی اولاد تو بیشتر ایسی ہی ہے کہ وہ خدا سے غافل کرنے والی ہے۔ پس جس کے نہ ہو وہ شکر کرے کہ اللہ تعالی نے سب فکروں سے آزاد کیا ہے۔ ان کو تو چاہئے کہ وہ تو اطمینان سے اللہ تعالی کی یاد کریں۔

عورتوں کی بری عادت

بعضی عورتوں نے جو مرید ہونا چاہا تو میں نے ان سے شرط کی کہ دیکھو رسمیں چھوڑنا پڑیں گی کہنے لگی کہ میرے کچھ ہے ہی نہیں۔ بال نہیں بچہ نہیں میں کیا رسمیں کروں گی۔ میں نے کہا کرو گی تو نہیں لیکن صلاح (۱) تو دو گی۔ یہ پرانی بڑھیاں شیطان کی خالہ ہوتی ہیں اگر خود نہ کریں تو دوسروں کو بتلاتی ہیں۔ چنانچہ دیکھتا ہوں کہ جن کی اولادیں نہیں ہیں وہ

---

(۱) مشورہ

تو خود کچھ نہیں کرتیں لیکن دوسروں کو تعلیم دیتی ہیں۔ کوئی پوچھے کہ اس کو کیا شامت سوار ہوئی ہے اس کو تو یہ مناسب تھا کہ تسبیح لے کر مصلی پر بیٹھ جاتیں کچھ فکر تو ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالی نے سب باتوں سے فارغ کیا تھا وقت کی قدر جانتی مگر یہ ہرگز نہ ہو سکے گا۔

بس یہ مشغلہ ہے کہ کسی کی غیبت کر رہی ہیں۔ کسی کو رائے دے رہی ہیں گویا یہ بڑی بختی ہیں بات بات میں دخل دیتی ہیں۔ یاد رکھو زیادہ بولنے سے کچھ عزت نہیں ہوتی عزت اسی عورت کی ہوتی ہے جو خاموش رہے اور اگر ساکت صامت (۱) ہو کر ایک جگہ بیٹھ کر اللہ کا نام لے اس کی تو بڑی قدر و وقعت ہوتی ہے مگر یہ باتیں تمبا کو کھانے کی جن کو عادت ہو ان سے کیسے چھوٹ سکتی ہیں؟ خواہ ذلت ہو یا خواری (۲) ہو، کوئی ان کی بات بھی کان لگا کر نہ سنے، لیکن ان کو اپنی بڑ ہانکنے سے کام ہے۔ بس عادت پڑ جاتی ہے۔

غرور کی سزا

جیسے نمرود کو جوتیاں کھانے کی عادت پڑ گئی تھی قصہ یہ ہوا تھا کہ جب نمرود نے خدائی کا دعوی کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے اس کو بہت سمجھایا مگر نہ مانا اور برابر سرکشی کرتا رہا اور یہ کہا کہ اگر تو سچا ہے تو اپنے خدا کا لشکر منگا لے، جانتا تھا کہ ان کا معاون و مددگار کون ہے۔ لیکن اسے اپنے لشکر اور خدم وحشم (۳) پر گھمنڈ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بوحی الٰہی (۴) اسکو اطلاع دی کہ فلاں دن خدائی لشکر آوے گا تو تیار ہو جا۔ چنانچہ اس نے لشکر کو مہیا کیا اور خیال کرتا تھا کہ ابراہیم کا یہ خیال ہی خیال ہے چنانچہ تھوڑی دیر میں مچھروں کا ایک غول (۵) ایک جانب سے آیا اور ایک ایک مچھر نے ہر سپاہی کے دماغ میں گھس کر کام تمام کیا، نمرود یہ منظر دیکھ کر محل میں گھس گیا اور ایک لنگڑا مچھر اس کی ناک میں بھی گھس ہی گیا

---

(۱) خاموش اور چپ بیٹھ کر (۲) چاہے بےعزتی اور پریشانی ہو (۳) اپنے لاؤ لشکر اور خدام پر ناز تھا (۴) اللہ کے حکم سے (۵) مچھروں کا ایک لشکر آیا

اور دماغ پریشان کردیا۔ اگر سر میں جوتا لگتا تو چین کچھ آجاتا چنانچہ جو آتا تھا بجائے سلام کے چار جوتیاں اس کے سر میں مارتا تھا۔ حق تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ تیری شوکت وقوت بس اتنی ہے کہ ایک مچھر نے اور وہ بھی لنگڑا تجھے پریشان کرڈالا۔

بعض فارغین کی غفلت

اسی طرح جو مرد یا عورت دین کے رشتہ کو چھوڑ کر اپنی خواہشات نفسانی اور خرافات میں مبتلا ہیں اور اس حالت میں وہ خوش ہیں۔ خدا کی قسم ہے یہ جوتیاں کھانا ہے۔ بعض مردوں کو بھی میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فراغت دی ہے مگر وہ اس کی قدر نہیں کرتے۔ بس رات دن یہ مشغلہ ہے کہ بیٹھک میں یا کسی دوکان پر بیٹھ گئے، کسی کی غیبت کرلی، کسی کے حسب نسب (۱) میں طعن کردیا، کسی کو صلاح دے دی، کسی کو بڑھا دیا، کسی کو اتار دیا، ان سے کوئی پوچھے کہ اگر تم یہ باتیں نہ کرو تو تمہارا کون سا کام اٹکا ہوا ہے اور اس سے کسی کا کوئی نقصان نہیں اپنی ہی زبان اور قلب گندہ کرتے ہیں۔ اور بعض عورتیں خود تو شیطنت سیکھتی ہی ہیں لیکن دوسروں کو بھی سکھلاتی ہیں۔ چنانچہ بہو بیٹیوں کو کہتی ہیں بیٹی تجھ کو گھر برتنا ہے سب کام آنکھوں میں کو نکالا (۲) کرتے ہیں۔ ان کو تو اپنی آزادی پر بہت شکر کرنا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب قصوں سے آزاد رکھا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ نے ایک آزاد کی حکایت لکھی ہے کہ سفر حج میں پیادہ (۳) جارہا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا۔

نہ براشتر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم   نہ خداوند رعیت نہ غلام شہر یارم

کہ میں نہ اونٹ پر سوار ہوں اور نہ اونٹ کی طرح لدا ہوا ہوں اور نہ رعیت والا ہوں اور نہ بادشاہ کا غلام ہوں۔ بڑا خوش قسمت ہے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے اولاد سے آزاد رکھا ہے خاص کر آجکل کی اولاد کہ ان سے تو بجز (۴) اس کے کہ اپنا وقت اور دین برباد

(۱) کسی کی ذات پات میں عیب نکال دیا (۲) سب کام سیکھ لینا چاہئے (۳) پیدل جارہا تھا (۴) سوائے۔

ہو کچھ نفع نہیں ہے۔ہاں اگر اولاد دین میں مدد دے تو سبحان اللہ۔

ایک بزرگ کا قصہ

ایک بزرگ تھے نکاح نہ کرتے تھے ایک مرتبہ سو رہے تھے دفعۃً چونک پڑے اور کہنے لگے کہ جلدی کوئی لڑکی لاؤ۔ایک مخلص مرید حاضر تھے ان کی ایک لڑکی کنواری تھی جا کر فوراً حاضر کیا، اسی وقت نکاح ہوا اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ دیا اور وہ مر گیا بی بی سے کہا کہ بی بی جو میرا مطلب تھا وہ پورا ہو گیا، اب تجھ کو اختیار ہے اگر تجھ کو دنیا کی خواہش ہے تو میں تجھ کو آزاد کر دوں کسی سے نکاح کر لے۔اور اگر اللہ کی یاد میں اپنی عمر ختم کرنا ہو تو یہاں رہو چونکہ وہ بی بی ان کے پاس رہ چکی تھی اور صحبت کا اثر اس کے اندر آ گیا تھا اس نے کہا کہ میں تو اب کہیں نہیں جاتی۔چنانچہ دونوں میاں بی بی اللہ کی یاد میں رہے۔ان کے بعض خواص نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات تھی فرمایا کہ بات یہ تھی کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ میدان محشر ہے اور پل صراط پر لوگ گزر رہے ہیں ایک شخص کو دیکھا کہ اس سے چلا نہیں جاتا لڑکھڑاتا ہوا چل رہا ہے، اسی وقت ایک بچہ آیا اور ہاتھ پکڑ کر آناً فاناً میں اس کو لے گیا۔میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ اس کا بچہ ہے۔جو بچپن میں مر گیا تھا یہاں اس کا رہبر ہو گیا۔اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور مجھے خیال ہوا کہ میں اس فضیلت سے محروم نہ رہوں شاید بچہ ہی میری نجات کا باعث ہو جائے اس لئے میں نے نکاح کیا تھا اور میرا مقصود حاصل ہو گیا۔

بچپن میں بچے کا مرنا بھی نعمت ہے

بتلایئے اب بھی کوئی ایسا ہے کہ بچہ کے مرنے کو مقصود کا حاصل ہونا سمجھتے ہوں اب تو اگر کسی کا کوئی بچہ مر جاتا ہے تو پیٹ پھاڑ پھاڑ کر مرتے ہیں۔یہ اہل اللہ ہی کی ہمت

ہے، پس اگر اولاد مر کر یا زندہ رہ کر آخرت کا ذخیرہ ہو تو ایسی اولاد تو بڑی نعمت ہے ورنہ وبال جان ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بچہ کو قتل کر دیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ کہ ایک بے گناہ بچہ کو مار ڈالا۔

اول خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ رکھنے کے وقت یہ شرط کر لی تھی میرے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا۔ اس لئے انھوں نے فرمایا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم سے صبر نہ ہو سکے گا۔ اس کے بعد اس واقعہ کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ اس لڑکے کے والدین مومن ہیں اور یہ لڑکا بڑا ہو کر کافر ہوتا، اور اس کی محبت میں ماں باپ بھی کافر ہو جاتے۔ اس لئے ارادہ الٰہی یہ ہوا کہ اس کا پہلے ہی کام تمام کر دیا جاوے۔ اور اسکے بدلہ نیک اولاد ان کو ملے۔

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ جو بچے بچپن میں مر جاتے ہیں ان کا مر جانا ہی بہتر ہوتا ہے اسی واسطے جو دین دار ہیں ان کو اولاد کے مر جانے کا غم تو ہوتا ہے لیکن پریشان نہیں ہوتے۔ جو شخص خدا تعالیٰ کو حکیم سمجھے گا وہ کسی واقعہ پر بھی پریشان نہ ہوگا، ہاں جس کی اس پر نظر نہیں اس پر اگر کوئی واقعہ ہوتا ہے مثلاً کوئی بچہ مر جاتا ہے تو اس کو بڑا اتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ کہ اگر زندہ رہتا تو ایسا ہوتا دل کے اندر سے شعلے اٹھتے ہیں ارمان آتے ہیں حسرتیں ہوتیں کہ ہائے ایسی لیاقت کا تھا ایسا تھا ایسا ہو جاتا۔ صاحبو! تم کو کیا خبر ہے کہ وہ کیسا ہوتا۔ غنیمت سمجھو اسی میں مصلحت تھی ممکن ہے کہ بڑا ہو کر کافر ہوتا اور اس کو بھی کافر بنا دیتا۔

بعض کیلئے اولاد نہ ہونا بھی نعمت ہے

اب لوگ تمنا کرتے ہیں اولاد کی، یاد رکھو جس طرح اولاد ہونا نعمت ہے اسی طرح نہ ہونا بھی نعمت ہے بلکہ جس کے نہ ہوئی یا ہو کر مر گئی ہو اسے اور بھی زیادہ شکر کرنا چاہئے۔

بعضوں کے لئے اولاد عذاب جان ہوجاتی ہے، جیسے منافقین کے بارے میں حق تعالی ارشادفرماتے ہیں فلا تعجبك اموالهم ولااولادهم انما يريد الله ليعذبهم بها في الحيوة الدنيا (۱) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کوان کے مال اور اولاد اچھے نہ معلوم ہوں۔اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ ان مالوں اور اولادوں کی وجہ سے ان کو اس دنیا کی زندگی میں عذاب دیں۔

واقعی بعضوں کے لئے تو اولاد وبال جان ہی ہو جاتی ہے بچپن میں تو انکی گو موت میں نمازیں برباد کرتے ہیں۔ جب بڑے ہوجاتے ہیں تو ان کیلئے اور طرح کے افکار ہوتے ہیں کہ ان کیلئے جائداد ہو،روپیہ ہو، گھر ہو، خواہ دین رہے یا جائے، لیکن جس طرح بنے گا ان کیلئے دنیا سمیٹیں گے۔اور ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں رہیں گے اور حلال وحرام میں کچھ تمیز نہ کریں گے۔پس ایسی اولاد کا نہ ہونا ہی نعمت ہے جن لوگوں کے اولاد نہیں ان پر خدا کی بڑی نعمت ہے۔ اگر اولاد ہوتی تو واللہ اعلم (۲) ان کی کیا حالت ہوتی، ایسے لوگوں کو تو بس یہ مناسب ہے کہ کسی کی بات میں نہ بولیں خاموش بیٹھے اللہ اللہ کیے جاویں۔عورتیں اس کو سن کر کہا کرتی ہیں کہ بیٹھ تو جاویں کوئی چین بھی لینے دے۔ میں کہتا ہوں کہ تم اپنے منہ کو جب گوند لگا کر بیٹھو گی تو کیا کسی کا سر پھرا ہے جو تم سے مزاحمت (۳) کرے۔ زیادہ فساد اور گناہ اس بولنے ہی سے ہوتے ہیں۔

خاموشی میں عافیت ہے

حدیث شریف میں ہے من سکت سلم جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔ایک شہزادہ حدیث کی کتاب پڑھا کرتا تھا جب یہ حدیث پڑھی استاد سے کہا جناب بس میں آگے نہیں پڑھتا۔ جب اس پر عمل کرلوں گا اس وقت آگے چلوں گا اور اسی وقت

(۱) سورۃ التوبہ آیت ۵۵ (۲) اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انکی کیا حالت ہوتی (۳) جھگڑا کرے

سے بولنا چھوڑ دیا۔ بادشاہ کو بڑی فکر ہوئی سمجھے کہ لڑکے کو آسیب (۱) ہو گیا ہے۔ عامل اور تعویذ گنڈہ کرنے والے جمع ہوئے سب نے تدبیریں کیں، اطباء بھی جمع ہوئے یہ رائے ہوئی کہ ان کو شکار میں لے چلنا چاہئے، وہاں تفریح ہو گی طبیعت درست ہو جائے گی۔ چنانچہ گئے اور شکاری تیر اور بندوق لے کر چلے کہ اس سے شاید تفریح ہو شکاری جانوروں پر تیر چلانے لگے۔ اتفاق سے ایک جھاڑی کے پیچھے ایک تیتر چھپ رہا تھا وہ بولا، بولتے ہی اس کے تیر لگا شہزادہ یہ دیکھ کر بولا کہ کمبخت نہ بولتا نہ مارا جاتا۔

شہزادہ کی اتنی بات سن کر مبارکبادی کا غل پڑ گیا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی بادشاہ نے پھر چاہا کہ شہزادہ کچھ بولے مگر نہ بولا بادشاہ نے حکم کیا کہ باندھ کر اس کو مارو۔ شہزادہ دل میں کہتا تھا کہ ایک دفعہ بولنے سے تو مجھ پر یہ آفت آئی ہے اگر پھر بولوں گا تو جانے کیا ہوگا؟ اس کے بعد سے تمام عمر کسی سے نہ بولے۔

خلاصہ وعظ

واقعی زیادہ گناہ ہم لوگوں سے اس زبان ہی کی بدولت ہوتے ہیں خصوصاً عورتوں کو تو اس قدر شوق بولنے کا ہے کہ جب بیٹھیں گی وہ چرخہ چلاویں گی کہ ختم ہی نہیں ہوگا، خدا جانے ان کی باتیں اتنی لمبی کیوں ہوتی ہیں اور جب یہ باتوں میں مشغول ہوتی ہیں تو ان کی حالت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بس یہ باتوں ہی کو مقصود اصلی سمجھتی ہیں، وہ مزہ لے لے کر باتیں کرتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ ترس ترس کر ان کو یہ دولت ملی ہے۔ بخلاف مردوں کے کہ ان کی باتوں اور تمام اشغال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ختم کر کے وہ دوسرے کام میں لگنا چاہتے ہیں۔ خدا کے واسطے اپنی عقل درست کرو۔

پس ولها يجمع من لا عقل له سے یہی مراد ہے اور نفس مال مراد نہیں

---

(۱) جن لپٹ گیا۔

ہے۔اور میرے اس بیان سے اولاد والے اور تعلقات والے خوش نہ ہوں کہ ہم تو معذور ہیں۔یاد رکھو آپ نے بھی فضول تعلقات بڑھا رکھے ہیں اور وہ ایسے تعلقات ہیں کہ جب چاہو گھٹا سکتے ہو۔ہاں جو ضروری ہیں وہ تو حقوق ہیں ان میں مشغول ہونا تو عبادت ہے۔

پس جو تعلقات دنیا ہیں اس کے قطع کے آپ بھی مخاطب ہیں۔میرا مطلب تقریر سابق سے یہ نہ تھا کہ آپ معذور ہیں آپ ہرگز معذور نہیں ہیں میرا مقصود یہ تھا کہ تعلق والوں کو تو ان کے نزدیک ایک ایک عذر بھی ہو سکتا ہے گو ہو نا مسموع (۱) نہ ہو اور جن کے کچھ نہیں ان کے پاس تو یہ بھی نہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ تعلقات والے اور بے تعلق والے سب دنیا کے تعلقات چھوڑنے کے مخاطب ہیں۔پس یہ مضمون تھا جو اس وقت مجھ کو بیان کرنا تھا۔ مجھے امید ہے کہ اس مضمون کو مرد اور عورتیں سب یاد رکھیں گی اور اس پر عمل کرنا شروع کر دیں گی۔آجکل مشکل یہ ہے کہ آنسو بہالیں گے،آہیں بھر لیں گے اور سن کر کہیں گے کہ بس جی ہمارا کیا ٹھکانا ہے۔صاحبو!ان باتوں سے کام نہیں چلتا کام تو کیے ہی سے ہوتا ہے۔پس کام کرو اور باتیں نہ بگھارو۔اب اللہ تعالی سے دعا کرو کہ اللہ توفیق عطا فرمادے۔(۲) آمین

(۱) اگرچہ وہ عذر التفات کے بھی قابل نہیں (۲) اللہ تعالی ہم سب کو توفیق عمل عطا فرمائیں آمین۔

خلیل احمد تھانوی۔ ۲۳ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

Composing at:

ALI COMPOSER & DESIGNER

291.Kamran Blk. A.I.Town. Lahore.#5414385